QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 02 (2025)

"جون ایلیا کی نثر نگاری: فکر و فن کا متضاد مگر مربوط سفر"

☆ڈاکٹر سامیہ کومل
اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اردو ایمرسن یونیورسٹی ملتان
samia.koaml@eum.edu.pk

☆منیر احمد
اسکالر پی۔ایچ۔ڈی، شُعبہ اُردو بہاءالدین زکریا یونیورسٹی، ملتان
Munirahmad31000@gmail.com

☆یمنیٰ مسعود
اسکالر پی۔ایچ۔ڈی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد
yumnamasood22@gmail.com

☆شاہد صادق
Shahidshahidsadiq53@ gmail.com

Abstract

Jaun Elia was a multifaceted and paradoxical figure in Urdu literature, widely recognized for his poetry, yet his prose writings have received comparatively little critical attention. This study explores his prose through its intellectual, philosophical, aesthetic, and cultural dimensions. Elia's prose exhibits not only intellectual depth and intensity but also a unique stylistic identity and deep cultural consciousness. His essays, written across multiple decades, reflect a powerful blend of internal anguish, philosophical analysis, and socio-political awareness. His use of irony, rhetorical questioning, symbolism, and poetic rhythm introduces a new aesthetic to Urdu prose. The aim of this paper is to position Jaun Elia's prose not merely as a literary artifact but as a representative of a broader intellectual movement that infused Urdu prose with new meaning and philosophical richness.

Keywords

Jaun Elia, Urdu prose, essay writing, philosophical prose, aesthetics, internal conflict, social consciousness, irony, prose style, *Farnood*, Urdu literature.

جون ایلیا ۱۴ دسمبر ۱۹۳۱ء کو امروہہ میں پیدا ہوئے۔ اُن کا پورا نام سید جون اصغر تجویز کیا گیا، بعد میں والد کے تشخص کی نسبت ایلیا کہلائے اور جون تخلص اختیار کیا۔ جون امروہے کے سادات گھرانے سے تعلق رکھتے تھے جو علی اور ادبی لحاظ سے بھی سب سے اعلی درجے کا گھرانا رہا۔ ان کے خانوادے میں کئی شاعر گزرے جون ساتویں پشت کے شاعر کہلائے اور اردو ادب میں شاعر کی حیثیت سے مانے اور جانے گئے انھوں نے شاعری میں منفرد انداز اپنایا۔

جون اپنی چونکانے والی، خیال انگیز، باغیانہ روش پر مبنی شاعری کی وجہ سے عوام و خواص میں مقبول ہیں خاص طور پر نوجوان نسل نو کی اکثریت ان کی شاعری سے مرعوب نظر آتی ہے اور اس حوالے سے ان میں ایک خاص قسم کا رجحان پایا جاتا ہے۔ لیکن جون کی نثر بھی با کمال ہے جو انفرادیت ان کی شاعری میں نمایاں ہے وہی انفرادیت ان کی نظر میں بھی طنطنے کے ساتھ موجود ہے جس طرح شاعری میں ہر قدم چونکانے اور بیدار کرنے کا ہنر رکھتے ہیں ویسے ہی نثر میں بھی منفرد انداز اپنا کر قاری کو لمحہ بہ لمحہ نثری سحر میں گرفتار کر کو لمحہ بہ کے اپنا گرویدہ بنا لیتے ہیں۔۔ جیسا کہ ان کی نثر کا مطالعہ ظاہر کرتا ہے، انہوں نے فلسفہ، تاریخ، مذہب، سائنس، اور نفسیات جیسے گہرے موضوعات پر

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 02 (2025)

جس آزادی، بے باکی اور گہرائی کے ساتھ اظہار کیا، وہ اردو ادب کے عمومی رویّے سے مختلف اور کہیں زیادہ حوصلہ مند ہے۔ ان کے نثری اداریے، خاص طور پر ماہنامہ انشا اور عالمی ڈائجسٹ کے لیے لکھے گئے، نہ صرف فکری بصیرت کا مظہر ہیں بلکہ زبان و بیان کے اعتبار سے بھی منفرد اور دلنشین ہیں۔

اگرچہ جون ایلیا کا پہلا تعارف بحیثیت شاعر ہوا، اور ان کے کلام نے نوجوان نسل کو ایک وجدانی کیفیت میں مبتلا کر دیا، لیکن اس کے پس منظر میں ایک ایسا نثر نگار بھی موجود تھا جو ادبی کائنات کو علم، منطق اور فلسفے کے زاویے سے دیکھتا تھا۔ ان کی نثر، جہاں ایک طرف طنز، کاٹ، اور انکار کے رویوں سے مزین ہے، وہیں دوسری طرف فکری جمالیات، جملہ بندی کی چابک دستی، اور بین السطور معنی آفرینی کی جھلک بھی رکھتی ہے۔ ان کی تحریروں میں داخلی تلاطم، خارجی اضطراب، اور تہذیبی شکست و ریخت کی تصویریں ساتھ ساتھ چلتی ہیں۔

اردو ادب میں نثر کی تاریخ اگرچہ شعری تاریخ سے قدیم اور دیرینہ ہے، لیکن ہمارے ہاں عمومی طور پر نثر کو شاعری کے مقابلے میں کم اہمیت دی گئی ہے۔ بالخصوص اگر کوئی شاعر نثر بھی لکھے، تو اس کی نثری تحریروں کو محض اضافی کام تصور کیا جاتا ہے۔ جون ایلیا کی نثر اس تصور کی بھرپور تردید کرتی ہے۔ ان کی تحریریں بتاتی ہیں کہ ایک بڑا شاعر اگر نثر لکھے تو وہ نثر بھی ایک تخلیقی تجربہ بن سکتی ہے۔ ان کی نثر میں فکری پیچیدگی، اظہار کی روانی، اور اسلوب کی انفرادیت ایسے طور پر ملتی ہے جو اردو نثر کو ایک نیا زاویہ فراہم کرتی ہے۔

"لیکن ہمارے ہاں عمومی طور پر نثر کو شاعری کے مقابلے میں کم اہمیت دی گئی ہے۔"(1)

اس تحقیق کا مقصد یہی ہے کہ جون ایلیا کی نثر نگاری کو اس کے فکری، ادبی، اسلوبیاتی اور جمالیاتی پس منظر میں پرکھا جائے۔ ان کی نثر کا وہ متضاد مگر مربوط سفر واضح کیا جائے جس میں داخلی اذیت اور علمی روشنی ایک ساتھ چلتی ہیں۔

"زندگی میں کہیں ٹھہراؤ اور رکاؤ نہیں پایا جاتا۔ ایک قوت ہے جو ابل رہی ہے، ایک رو ہے جو بہہ رہی ہے، اور ایک طوفان ہے جو اُمڈ رہا ہے۔ انسانی زندگی کے مظاہر کا عالم بھی یہی ہے کیونکہ حیاتِ بشر کے تمام مظاہر اور تمام شعائر خود اسی ذاتِ اکبر کے رنگا رنگ پہلو ہیں جو تمام کائنات میں جاری و ساری ہے۔(2)

یہی وہ فکری و تخلیقی کشمکش ہے جو جون ایلیا کی نثر کو ایک الگ مقام عطا کرتی ہے۔ یہی نکتہ اس مضمون کے مرکزی عنوان "—— فکر و فن کا متضاد مگر مربوط سفر ——" کا جوہر ہے، جسے اگلے ابواب میں مفصل طور پر زیرِ بحث لایا جائے گا۔

جون ایلیا کی نثر نگاری کا آغاز ان کی علمی، تحقیقی اور فلسفیانہ روش کا تسلسل ہے۔ اگرچہ وہ شعری دنیا میں بیک وقت انقلابی اور فکری حیثیت سے ابھرے، تاہم نثر میں ان کی دسترس نے بھی قارئین کو حیرت زدہ کیا۔ ان کی نثر کا پہلا باقاعدہ دور 1958ء سے شروع ہوتا ہے، جب وہ رسالہ انشا سے وابستہ ہوئے۔ اس کے علاوہ عالمی ڈائجسٹ کے لیے بھی انہوں نے متعدد انشائیے لکھے جو علمی اور فکری موضوعات پر مشتمل تھے۔ یہ وہ دور تھا جب جون کی نثر نگاری زیادہ تر کلاسیکی علم، فلسفہ، اور تمدنی موضوعات سے جڑی ہوئی تھی۔

نثر نگاری کا دوسرا اور زیادہ پختہ دور 1989ء سے 2002ء تک محیط ہے، جب انہوں نے ماہنامہ سسپنس ڈائجسٹ کے مدیر معراج رسول کی دعوت پر باقاعدگی سے انشائیے لکھنے شروع کیے۔ یہ سلسلہ ان کی وفات تک جاری رہا۔ اس دوران ان کی نثر نے نہ صرف فکری گہرائی بلکہ اسلوبی نکھار بھی حاصل کیا۔ اس وقت کے انشائیے زیادہ کربناک، متفکر اور داخلی اذیت کا عکس لیے ہوئے ہیں، جو ان کی ذاتی زندگی کے تجربات اور مشاہدات سے مملو ہیں

جون کی نثر نگاری کے ان دونوں ادوار کا موازنہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ صرف ایک ادیب نہیں بلکہ ایک فکری کائنات کے نمائندہ تھے، جو معاشرے کے تضادات، انسانی المیوں اور روحانی خلاؤں کو گہرے انداز میں محسوس کرتے تھے۔ ان کے قلم سے نکلا ہر لفظ ان کی داخلی بصیرت، علمی وسعت اور فکری اضطراب کی عکاسی کرتا ہے۔

جون ایلیا کی نثر کا مجموعہ فرنود ان کی فکری و ادبی کاوشوں کا واحد مگر قابلِ قدر خزانہ ہے۔ اس کتاب کی ترتیب و تدوین ان کے قریبی دوست خالد احمد انصاری نے کی، جو جون کے آخری ایام تک ان کے ساتھ رہے۔ فرنود میں سات مکمل انشائیے اور ایک "سوا کیا سی" شامل ہے۔ یہ انشائیے مختلف رسائل جیسے انشا، عالمی ڈائجسٹ، مشاعرہ، اور سسپنس ڈائجسٹ میں شائع ہوئے۔

"فرنود" کا نام خود جون ایلیا نے تجویز کیا، جو فارسی الاصل لفظ ہے اور اس کے معنی "سند" کے ہیں۔ یہ انتخاب ہی اس بات کا غماز ہے کہ وہ اپنی تحریروں کو فقط ادبی تخلیقات نہیں بلکہ فکری سند اور فہم کا معیار سمجھتے تھے۔ اس کتاب میں شامل تحریریں محض معلوماتی نہیں بلکہ ادبی، فلسفیانہ، اور تنقیدی حیثیت رکھتی ہیں——ایسا ادبی ذخیرہ جو قاری کو سوچنے، جھنجھوڑنے اور غور کرنے پر مجبور کرتا ہے۔

خالد احمد انصاری تحریر کرتے ہیں:

"جون کی نثر کا ہر جملہ ایک بیانیہ ہی نہیں بلکہ فکری کائنات کی تشکیل کا جزو نظر آتا ہے۔ وہ اپنے ہر جملے میں ایک تہذیبی اور فکری سوال پوشیدہ رکھتے ہیں۔(3)

فرنود کی تحریریں اردو نثر میں ایک نیا رجحان متعارف کرواتی ہیں، جہاں نثر کو صرف بیانیہ نہ سمجھا جائے بلکہ اسے ایک فکر انگیز مکالمہ اور شعور آفریں گفتگو کے طور پر برتا جائے۔

"فرنود کی تحریریں اردو نثر میں ایک نیا رجحان متعارف کرواتی ہیں، جہاں نثر کو صرف بیانیہ نہ سمجھا جائے بلکہ اسے ایک فکر انگیز مکالمہ اور شعور آفریں گفتگو کے طور پر برتا جائے۔"(4)

جون ایلیا کی نثر نگاری کی سب سے بڑی خصوصیت اس کا فکری تنوع ہے، جو مختلف موضوعات——جیسے فلسفہ، تاریخ، مذہب، نفسیات، اور سماجی فکر——میں نمایاں طور پر جھلکتا ہے۔ ان کے اندر جو کرب اور بے چینی پائی جاتی تھی، وہ محض ذاتی دکھ کا اظہار نہیں بلکہ اجتماعی اذیتوں، تہذیبی زوال اور فکری جمود کا نمائندہ تھی۔ وہ اپنے انشائیوں کے ذریعے نہ صرف اپنے اندر کے خلفشار کو بیان کرتے ہیں بلکہ اسے شعوری سطح پر کتھارسس کا ذریعہ بناتے ہیں۔

جون لکھتے ہیں:

"میں اپنے آپ کو قنوطیت اور یاسیت کا ایک بیوپاری کہلائے جانے کی ہتک کو کسی بھی حالت میں تسلیم نہیں کر سکتا۔۔۔(5)

یہ انداز تحریر بتاتا ہے کہ جون کی نثر ایک مسلسل خود مکالمہ ہے——جہاں سوالات، انکار، حیرت، اور داخلی کشمکش مل کر ایک فکری فضا قائم کرتے ہیں۔ ان کی نثر، ان کی ذات کی آئینہ دار ہے——ایسی ذات جو علم و عرفان سے مزین ہے لیکن دکھ، محرومی اور ناامیدی کی چادر میں لپٹی ہوئی ہے۔

مزید برآں، ان کی نثر میں ایک خاص طرح کی دروں بینی موجود ہے۔ وہ معاشرے کو فقط ایک مشاہدہ نہیں بلکہ ذاتی تجربے کے آئینے میں دیکھتے ہیں۔ وہ انسانی جبلت، معاشرتی تضادات، اور فکری انہدام کو اندر سے محسوس کرتے اور بیان کرتے ہیں۔ یہی دروں بینی ان کے انشائیوں کو فکری ادب کا اعلیٰ نمونہ بناتی ہے۔

جون ایلیا کی نثر کی ایک نمایاں خصوصیت ان کا اختصار پسندی کا رجحان ہے۔ وہ طویل اور پیچیدہ جملوں سے گریز کرتے ہوئے ایسے مختصر اور بلیغ جملے تحریر کرتے ہیں جو نہ صرف گہرے مفہوم کے حامل ہوتے ہیں بلکہ قاری کے ذہن پر فوری اثر بھی ڈالتے ہیں۔ ان کی نثر کا ہر جملہ گویا ایک "فکری ضرب" ہے، جو مختصر ہونے کے باوجود معنی کی کئی تہیں لیے ہوئے ہوتا ہے۔

ان کے انشائیوں میں ایسے جملے بارہا ملتے ہیں جو بیک وقت فکری، علامتی اور معنوی لحاظ سے بوجھل اور مختصر ہیں۔ مثال کے طور پر:

"سارے رشتے لفظ کے ہیں اور لفظ میں ہیں۔۔۔ ہم لفظ کی اذیت میں مرتے ہیں۔"۔(6)

یہ جملہ نثر ہونے کے باوجود شعری وزن، معنوی گہرائی اور تخلیقی ابلاغ کی بھرپور مثال ہے۔ جون کا یہ انداز اردو نثر میں ایک تازہ ہوا کا جھونکا تھا——ایسا طرزِ تحریر جس میں گہرائی، اثر انگیزی اور جمالیاتی چمک مختصر الفاظ میں سمٹ آئی ہے۔

جون ایلیا کی نثر میں ایک واضح طور پر شعری آہنگ اور اظہار کی جمالیات پائی جاتی ہے۔ ان کے جملوں میں خیال انگیزی، استعارہ، تشبیہ، اور صوتی ہم آہنگی کی وہ جھلک ملتی ہے جو عام طور پر شاعری کا وصف سمجھی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی نثر کو محض نثر کہنا اس کے حسن کی توہین ہو گی؛ وہ نثر میں بھی شعر کی طرح لکھتے ہیں۔

مثال کے طور پر ان کا یہ جملہ دیکھیے:

"کلیسائے جہالت کے پادریوں کے پاس شوکران اور شمشیر کے علاوہ اور ہے بھی کیا۔(7)

یہ جملہ ایک طرف طنز و تمثیل کا حامل ہے، اور دوسری طرف اس میں شعری وزن، تہذیبی حوالہ، اور لسانی چمک موجود ہے۔ یہی شاعرانہ انداز جون ایلیا کو نثر میں ممتاز کرتا ہے۔ ان کے ہاں نثر گویا فکر کی غزل بن جاتی ہے۔

جون کے اسلوب میں وہی "شعری تصورِ نثر" کارفرما ہے جو غالب، اقبال، یا ن م راشد کے ہاں شعری تخیل میں ملتا ہے۔ وہ قاری کو محض معلومات نہیں دیتے بلکہ ہر جملہ ایک فکری اور جذباتی تجربہ بن جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی نثر کو بار بار پڑھا جاتا ہے اور ہر بار ایک نیا مفہوم کھلتا ہے۔

جون ایلیا کے اسلوب کا ایک اور اہم پہلو زبان کی جمالیات ہے۔ وہ زبان کے ساتھ صرف خیالات کی ترسیل کا ذریعہ نہیں بلکہ فکری اور جمالیاتی تجربے کی وحدت قائم کرتے ہیں۔ ان کی نثر میں مترادفات، ترکیب سازی، اور جملوں کی ساخت میں ایسا حسن پایا جاتا ہے جو قاری کو متاثر کیے بغیر نہیں رہتا۔

ان کے انشائیوں میں بارہا دیکھا گیا ہے کہ وہ مترادف الفاظ کو اس مہارت سے استعمال کرتے ہیں کہ معنی کا ایک نیا زاویہ پیدا ہو جاتا ہے۔ مثلاً:

"رجعت پرستی اپنی قدیم دنایت اور عداوت کے ساتھ آج بھی ہمارے خلاف صف آرا ہے۔۔

"قہر و نفرت کی ماؤں نے انھیں جنم دیا اور بہیمیت اور بربریت کی چھاتیوں سے انھیں دودھ پلایا گیا۔(8)

ایسے جملے صرف معنی خیز نہیں بلکہ صوتی اور ساختی لحاظ سے بھی بھرپور ہیں۔ ان کی نثر میں ایک ادبی گھما گھمی ہے جو قاری کو ایک تہذیبی و فکری تجربہ فراہم کرتی ہے۔ ان کے جملوں کی ترکیبیں، صوتی توازن، اور الفاظ کا چناؤ——سب مل کر ایک منفرد نثری اسلوب کی تشکیل کرتے ہیں۔

یہ زبان پر ان کی گرفت، مطالعے کی وسعت، اور تخلیقی ذہن کی کارفرمائی کا ثبوت ہے۔ انھوں نے اردو نثر کو اس مقام پر پہنچایا جہاں وہ محض نقالی یا بیان نہیں بلکہ تخلیقی اظہار کا ایک پختہ نمونہ بن گئی۔

جون ایلیا کی نثر نگاری محض ادبی مشق نہیں بلکہ فکری و تہذیبی مکالمہ ہے۔ ان کے انشائیے نہ صرف علمی مباحث کا احاطہ کرتے ہیں بلکہ انسانی وجود، معاشرت، سیاست، مذہب اور تاریخ جیسے بنیادی موضوعات پر گہرے سوالات اٹھاتے ہیں۔ ان کی نثر کی یہ موضوعاتی وسعت ان کی فکر کی وسعت اور مطالعے کی گہرائی کا ثبوت ہے۔ اس موضوعاتی تنوع میں کئی سطحیں شامل ہیں——جہاں شعور، تجربہ، اور تخیل باہم مل کر ایک تخلیقی مظہر کی صورت اختیار کرتے ہیں۔

جون ایلیا کی نثر کا ایک مرکزی موضوع سماجی شعور ہے۔ وہ انسانی معاشرے کو سطحی یا روایتی زاویوں سے نہیں بلکہ عقل، شعور اور آزادی کی بنیاد پر دیکھتے ہیں۔ وہ موجودہ معاشرتی ڈھانچے کو ناانصافی، استبداد، اور رجعت پسندی کا شکار تصور کرتے ہیں، اور اس کا اظہار وہ بڑے شدت آمیز مگر علمی انداز میں کرتے ہیں۔

ان کے نزدیک معاشرتی فلاح کا انحصار "عقلی مزاج" پر ہے، جیسا کہ وہ لکھتے ہیں:

"کوئی معاشرہ اپنے عقلی مزاج کے بغیر متعین اور مستحکم حیثیت حاصل نہیں کر سکتا۔(9)

یہ جملہ صرف ایک سادہ دعویٰ نہیں بلکہ ایک فکری تنبیہ ہے کہ وہ معاشرے جو عقل سے محروم ہیں، فکری و اخلاقی زوال کا شکار ہو جاتے ہیں۔ جون کے انشائیوں میں ہمیں ان تمام عناصر پر تنقید ملتی ہے جو عقل، آزادی اور انسانی وقار کی راہ میں رکاوٹ بنتے ہیں——مثلاً جہالت، فرقہ واریت، ناانصافی، اور اخلاقی پستی۔

ایک اور جگہ وہ لکھتے ہیں:

"جو سماج افلاس اور جہالت کے دردناک عذاب میں مبتلا ہو وہ زندگی کا کوئی صحت مند خواب نہیں دیکھ سکتا"(10)

ان اقتباسات سے معلوم ہوتا ہے کہ جون کی نثر ایک باشعور سماج کی تشکیل کا خواب رکھتی ہے——ایسا سماج جو عقل، عدل، اور فہم پر مبنی ہو۔

جون ایلیا کی نثر کا دوسرا اہم پہلو ان کی سیاسی بصیرت ہے۔ وہ سیاست کو محض طاقت کا کھیل نہیں سمجھتے بلکہ اسے ایک تہذیبی و فکری بحران کے طور پر دیکھتے ہیں۔ ان کی تحریروں میں ملکی سیاست پر گہرا طنز، اور عالمی سیاست پر باریک بینی سے کیا گیا تجزیہ شامل ہے۔

ان کی نظر میں سیاست ایک بے روح اور غیر اخلاقی مشق بن چکی ہے:

"سیاست بے روح ذہن اور خشک دماغ کی حامل ہے۔۔۔(11)

جون صرف حکمرانوں پر نہیں، بلکہ عوام کے رویّے پر بھی تنقید کرتے ہیں——ان کی غفلت، سہل پسندی، اور سچائی سے گریز کے رجحانات کو سیاست کے بگاڑ کا ذمہ دار گردانتے ہیں۔

عالمی سطح پر، وہ نسلی امتیاز، جنگی جنون، اور تہذیبی منافرت جیسے موضوعات پر شدید ردعمل دیتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

"بیسویں صدی میں بھی نسلی امتیاز انسانیت کے منھ پر زوردار طمانچہ ہے۔(12)

یہ جملہ فقط ایک اخلاقی بیان نہیں بلکہ سیاسی تنقید کی اعلیٰ مثال ہے۔ان کے انشائیے ہمیں یہ سکھاتے ہیں کہ ایک ادیب کا فرض محض مشاہدہ نہیں بلکہ سچ بولنے کی جرات بھی ہے،چاہے وہ سچ کتنا ہی غیر مقبول کیوں نہ ہو۔

فلسفہ اور تاریخ وہ دو موضوعات ہیں جو جون ایلیا کی فکری شناخت کا مرکز و محور ہیں۔ان کا مطالعہ وسیع اور نظریاتی افق بہت بلند ہے۔ان کی تحریروں میں فلسفہ ایک ایسا آلہ بن کر ابھرتا ہے جو انسانی شعور کو گہرائی اور کائناتی بصیرت عطا کرتا ہے۔وہ فلسفے کو عملی زندگی کا حصہ سمجھتے ہیں،نہ کہ محض تصوراتی بحث۔

ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

"میں فہمیدہ ہوں،توانائی میری ہے،سلاطین میرے ذریعے سے مسلط ہیں۔(13)

یہ الفاظ خود فلسفہ کی تمثیل بن کر سامنے آتے ہیں—فلسفہ کو وہ قوت،توانائی،اور معاشرتی تغیر کا ذریعہ مانتے ہیں۔وہ قوموں کی بدحالی کو ان کے فلسفیانہ انحطاط سے جوڑتے ہیں،اور دانائی کی کمی کو مویشیوں سے تشبیہ دیتے ہیں۔

تاریخ کے ضمن میں بھی وہ ایک غیر معمولی تنقید نگار کے طور پر سامنے آتے ہیں۔ان کے نزدیک تاریخ محض واقعات کا مجموعہ نہیں بلکہ فکری راہنمائی کا ذریعہ ہے:

"جو قومیں تاریخ کو اپنی راہ نمائی کے لیے منتخب کرتی ہیں وہی ترقی کی منازل طے کرتی ہیں(14)

ان کی نثر ہمیں بتاتی ہے کہ ایک مہذب معاشرہ وہی ہے جو ماضی سے سبق سیکھے،حال کا شعور رکھے،اور مستقبل کی منصوبہ بندی کرے۔جون ایلیا تاریخ کو عبرت و بصیرت کا آئینہ بناتے ہیں—ایسا آئینہ جس میں ایک فرد بھی جھانک سکتا ہے اور پوری تہذیب بھی۔

جون ایلیا کی نثر کا ایک اہم اور جرات مندانہ پہلو ان کی مذہب اور نفسیات سے متعلق فکر ہے۔ان موضوعات پر ان کا طرزِ اظہار محض معلوماتی یا روایتی نہیں بلکہ تحقیقی،فکری،اور بعض اوقات انقلابی ہوتا ہے۔وہ ایک ایسا نقطۂ نظر پیش کرتے ہیں جس میں مذہب کو محض عقیدے کا معاملہ نہیں بلکہ عقلیت،تاریخ اور انسانی تجربے کے سیاق میں دیکھا گیا ہے۔ساتھ ہی،ان کے ہاں انسانی ذہن کی گہرائیوں میں جھانکنے کا عمل،ان کی نثر کو نفسیاتی بصیرت سے بھرپور بناتا ہے۔

جون ایلیا کا مذہب سے تعلق محض تقلیدی یا عقیدتی نوعیت کا نہیں،بلکہ وہ مذہب کو ایک فکری،تہذیبی اور انسانی رویے کے طور پر دیکھتے ہیں۔ان کے انشائیوں میں بارہا شدت پسندی،فرقہ واریت،اور جبر کے مذہبی اظہار پر شدید تنقید کی گئی ہے۔ان کے نزدیک مذہب اگر عقل،اخلاق،اور انسان دوستی سے عاری ہو جائے تو فساد اور جمود کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

ایک اور اقتباس ملاحظہ ہو:

"عقلی نظریات پر مذہبی نظریات کا حاوی ہو جانا ہی فتنہ و فساد کی وجہ ہے۔(15)

یہ جملہ صرف ایک تنقید نہیں بلکہ ایک فکر انگیز فکری تجزیہ ہے،جو مذہب کو عقلیت اور مکالمے کے دائرے میں لانے کا مطالبہ کرتا ہے۔جون مذہب میں رواداری،اختلافِ رائے،اور فکری وسعت کے حامی ہیں،اور ہر اس رویے کے خلاف ہیں جو مذہب کو جبر اور نفرت کا آلہ بناتا ہے۔

ان کے نزدیک مذہبی انتہا پسندی دراصل فکری زوال کا نتیجہ ہے—ایک ایسا زوال جو انسانی معاشروں کو سچائی،علم،اور روحانی کشادگی سے دور کر دیتا ہے۔

جون ایلیا کی نثر میں فکری آزادی اور اختلافِ رائے کی اہمیت بارہا زیرِ بحث آتی ہے۔وہ کسی بھی قسم کی فکری آمریت کو قبول نہیں کرتے اور اسے سماجی،علمی،اور تہذیبی جمود کا باعث گردانتے ہیں۔ان کے نزدیک اختلافِ رائے نہ صرف فطری ہے بلکہ تخلیقی فکر کی بنیادی شرط ہے۔

وہ ایک جگہ لکھتے ہیں:

"جو بھی بات اپنے عقلی دائرے سے باہر نکلتی ہے،وہ یا تو جبریت ہے یا بغاوت۔۔۔اور میں بغاوت کے ساتھ ہوں۔(16)

یہ اقتباس جون کے اس فکری رجحان کو ظاہر کرتا ہے جو جمود،تقلید اور یک رخی کی مخالفت کرتا ہے۔ان کے نزدیک صحت مند معاشرہ وہی ہے جو اختلاف کی گنجائش رکھتا ہو اور مختلف نظریات کو سننے،پرکھنے اور سیکھنے کا حوصلہ رکھتا ہو۔

ان کے انشائیے بارہا اس بات کی تاکید کرتے ہیں کہ صرف وہی معاشرے ترقی کرتے ہیں جو سوال اٹھانے، دلیل دینے، اور فکری آزادی کو ممکن بناتے ہیں۔

جون ایلیا کی نثر کا ایک گہرا اور پیچیدہ پہلو ان کی نفسیاتی دروں بینی ہے۔ وہ محض خارجی دنیا کو نہیں بلکہ اپنی داخلی دنیا کو بھی بے نقاب کرتے ہیں۔ ان کے انشائیے اکثر خود کلامی کی صورت میں ہوتے ہیں—ایک ایسا فکری مکالمہ جس میں جون خود سے سوال کرتے ہیں، جواب دیتے ہیں، اور پھر ان پر شک بھی کرتے ہیں۔

ایک اقتباس میں وہ تحریر کرتے ہیں:

> "میں اپنے آپ کو قنوطیت اور یاسیت کا ایک بیوپاری کہلائے جانے کی ہتک کو کسی بھی حالت میں تسلیم نہیں کر سکتا۔(17)

یہ جملہ خود فکری اضطراب کا اظہار ہے—ایک ایسا اضطراب جو ان کی نثر کو عام ادبی تحریروں سے ممتاز کرتا ہے۔ وہ نفسیاتی موضوعات جیسے انانیت، خودی، تنہائی، شکست خوردگی، اور وجودی بے یقینی پر بھی مکمل گہرائی سے لکھتے ہیں۔

ایک اور اقتباس ملاحظہ ہو:

> "انسان کو اس کی خبیث شہوتوں، حقیر چالوں، ذلیل نفرتوں اور رکیک نخوتوں نے بڑی فضیحت میں ڈال دیا ہے۔(18)

یہ صرف اخلاقی تنقید نہیں بلکہ نفسیاتی تجزیہ ہے۔ جون انسان کے باطن میں چھپی ہوئی کمزوریوں، خواہشات، اور تضادات کو بے نقاب کرتے ہیں—اور اسی میں ان کی نثر کی عظمت پوشیدہ ہے۔

ان کے وجودی سوالات—"میں کون ہوں؟"، "کیا حقیقت ہے؟"، "زندگی کا مقصد کیا ہے؟"—انشائیوں میں واضح طور پر نظر آتے ہیں۔ یہ وہ سوالات ہیں جو انہیں محض ادیب نہیں بلکہ ایک فکری انسان، ایک روحانی متلاشی، اور ایک وجودی دانشور بناتے ہیں۔

جون ایلیا کی نثر کا اسلوب ان کی فکری انفرادیت کا مظہر ہے۔ ان کی زبان کا بانکپن، تراکیب کی جدت، جملوں کی ساخت، اور علمی وسعت—سب کچھ ان کی شخصیت کی طرح پیچیدہ، منفرد اور غیر مروجہ ہے۔ وہ محض ادب تخلیق نہیں کرتے بلکہ نثر کے ذریعے ایک تہذیبی اور فکری جہت کو تشکیل دیتے ہیں۔ ان کا اسلوب روایتی نثر سے مختلف، فکر انگیز اور تہہ دار ہے، جو قاری کو محض معلومات نہیں دیتا بلکہ فکری مکالمے کی دعوت دیتا ہے۔

جون ایلیا کی نثر میں مترادفات کا استعمال نہایت چابک دستی سے کیا گیا ہے۔ وہ بیک وقت مختلف درجوں کے مترادف الفاظ کو اس طرح استعمال کرتے ہیں کہ ہر جملہ معنی کی کئی سطحوں پر کارفرما نظر آتا ہے۔ ان کی ترکیب سازی میں فارسی، عربی، اور حتیٰ کہ فلسفیانہ اصطلاحات کا استعمال بھی ایک خاص انداز میں ہوتا ہے، جو نہ صرف نثر کو گہرائی دیتا ہے بلکہ جمالیاتی سطح پر بھی اثر انداز ہوتا ہے۔

> "رجعت پرستی اپنی قدیم دنایت اور عداوت کے ساتھ آج بھی ہمارے خلاف صف آرا ہے۔(19)

یہ جملہ نہ صرف فکری اعتبار سے بلیغ ہے بلکہ صوتی لحاظ سے بھی متوازن اور باوقار ہے۔ "رجعت پرستی"، "دنایت"، اور "عداوت" جیسے الفاظ قاری کے ذہن میں ایک فکری اور تہذیبی تصویر بناتے ہیں، جو صرف اردو نثر ہی نہیں، بلکہ انسانی شعور کی پیچیدگیوں کو بھی ظاہر کرتی ہے۔

> "ہم ماضی کی قدیم علمی خانقاہوں اور علم و حکمت کے رواقوں سے زادِ سفر لے کر قوموں اور قرنوں کا جائزہ لینے کے لیے نکلے تھے۔(20)

یہ جملہ صرف تاریخی شعور نہیں، بلکہ لسانی مہارت، صوتی جمالیات، اور ترکیبی ندرت کا شاہکار ہے۔

جون ایلیا کی نثر کی ایک بنیادی خصوصیت اس کی علمی اور فکری ضخامت ہے۔ وہ ہر موضوع کو سطحی انداز میں نہیں بلکہ تحقیقی، فلسفیانہ اور تنقیدی زاویے سے دیکھتے ہیں۔ ان کے ہاں ہر جملہ کسی نہ کسی فکری حوالہ، علمی پیراڈائم، یا تاریخی پس منظر سے جڑا ہوتا ہے۔

ان کی نثر میں نہ صرف اردو زبان بلکہ عربی، فارسی، یونانی اور مغربی فلسفے کی جھلکیاں ملتی ہیں۔ وہ ابن رشد، سقراط، کانٹ، مارکس، اور نیٹشے جیسے مفکرین کی فکر کو اردو نثر کے قالب میں ڈھالتے ہیں، اور یہ سب کچھ اتنے فطری انداز میں کرتے ہیں کہ قاری ایک لمحے کو بھی اجنبیت محسوس نہیں کرتا۔

جون لکھتے ہیں:

"فلسفہ وہ چالاکی ہے جو انسانی تہذیب نے اپنے تن بدن کو جواز دینے کے لیے گھڑی ہے۔۔۔(21)

یہ جملہ جہاں ایک طنزیہ کیفیت رکھتا ہے، وہیں اس میں فلسفہ کی تعریف، سوال اور خود تنقید کا عنصر بھی نمایاں ہے۔

ان کا اسلوب ہمیں بتاتا ہے کہ وہ نثر کو محض اظہارِ خیال کا ذریعہ نہیں بلکہ فکر کی تخلیق کا میدان سمجھتے تھے۔

جون ایلیا کی نثر نے اردو ادب میں ایک منفرد دبستان قائم کیا۔ان کی تحریریں انشائیہ، مقالہ، اور ادبی تبصرے کے درمیان ایک نئی صنف کا درجہ رکھتی ہیں۔وہ روایتی نثر سے بغاوت کرتے ہوئے اس میں شخصی تجربہ، داخلی کرب، فلسفیانہ سوال، اور شعری جمالیات کو شامل کرتے ہیں — جو اردو نثر میں بہت کم دیکھنے کو ملتا ہے۔

"آج جب ہم اردو نثر کے ارتقائی سفر پر نگاہ ڈالتے ہیں"...(22)

ان کے اثرات خاص طور پر موجودہ نسل کے فکشن نگاروں، کالم نویسوں، اور انشائیہ نگاروں میں واضح طور پر محسوس کیے جا سکتے ہیں۔ان کی زبان کی سختی، اسلوب کی فکری چمک، اور طنز کی گہرائی کئی لکھنے والوں کے اسلوب میں جھلکتی ہے۔

انہوں نے نثر کو صرف ذریعہ اظہار سے بلند کر کے تخلیقی تجربہ بنایا — ایک ایسا تجربہ جس میں قاری، مصنف، اور متن کے درمیان فکری مکالمہ قائم ہوتا ہے۔

جون ایلیا کی نثر کو اُن کی شخصیت سے الگ کر کے سمجھنا ممکن نہیں۔ان کی نثر درحقیقت ان کی متلون، باغی، حساس اور فکر انگیز شخصیت کی ترجمان ہے۔ان کا اسلوب اور موضوعات ان کی باطنی کشمکش، نفسیاتی انتشار، سماجی بے زاری اور علمی انفرادیت سے براہ راست جڑے ہوئے ہیں۔یہ تعلق اتنا گہرا ہے کہ ان کی نثر خود ایک زندہ خودنوشت بن جاتی ہے — ایسی خودنوشت جس میں فرد اور فن ایک دوسرے میں مدغم ہو جاتے ہیں۔

جون ایلیا کی شخصیت میں جو ایک نمایاں وصف ہے، وہ ہے مزاج کی تیزی اور تبدیلی — جسے ہم "متلون مزاجی" کہہ سکتے ہیں۔ان کے تحریری جملوں میں اچانک موضوع کا بدل جانا، ایک ہی پیراگراف میں سنجیدگی سے طنز کی طرف جھکاؤ، یا فلسفے سے لطیفے تک کا سفر — یہ سب ان کی شخصیت کی جھلکیاں ہیں۔

وہ ایک جگہ لکھتے ہیں:

"میں عموماً اُن لوگوں سے مخاطب ہوتا ہوں جو مجھ سے اتفاق نہیں کرتے، اور جن سے مجھے کوئی ہمدردی بھی نہیں۔(23)

یہ جملہ فقط ایک رائے نہیں بلکہ اس متلون کیفیت کی نشاندہی کرتا ہے جس میں جون نہ صرف دوسروں سے بلکہ خود سے بھی مسلسل ٹکرا رہے ہوتے ہیں۔ان کے ہاں نثر ایک جنگ کی صورت اختیار کر لیتی ہے — داخلی کشمکش اور خارجی بے زاری کا میدان۔

مزاج کی یہی بے قراری ان کی تحریروں کو غیر متوقع مگر پُراثر بناتی ہے۔ان کا اندازِ تحریر ہمیں بتاتا ہے کہ وہ روایتی تسلسل اور ساخت کے قائل نہیں بلکہ ایک فکری بہاؤ کے پیروکار ہیں، جو کسی ایک ڈگر پر نہیں ٹھہرتا۔

جون ایلیا کی نثر میں ایک گہری خودی اور انانیت کا اظہار ہوتا ہے۔وہ کسی بھی اجتماعی نظام، روایتی علم یا سماجی رسم کو بلا تامل چیلنج کرتے ہیں۔ان کے ہاں خودی صرف خود اعتمادی نہیں بلکہ ذاتی وقار، علمی خودمختاری اور فکری آزادی کی علامت ہے۔

"فلسفہ اور تاریخ وہ دو الگ موضوعات ہیں"...(24)

ان کے انشائیوں میں اکثر ایسے جملے ملتے ہیں جو ان کی انا، مزاحمت اور عدم مصالحت کی نمائندگی کرتے ہیں:

"**میں** جھوٹ بولنے والوں سے زیادہ ان سے نفرت کرتا ہوں جو سچ چھپاتے ہیں۔(25)

یہ سختی ان کی شخصیت کی اس پرت کو آشکار کرتی ہے جو جھوٹ، منافقت اور کمزور خیالات سے شدید نفرت رکھتی ہے۔وہ کسی نظریے یا مفروضے کو بغیر جانچے قبول نہیں کرتے، اور یہی رویہ ان کی نثر کو فکری آزادی کی بلند مثال بناتا ہے۔

اسی طرح، ان کے اندر چھپی ہوئی رنجش بھی ان کی نثر کا اہم عنصر ہے۔انشائیوں میں بار بار دکھ، خفگی، یا ماضی کی کسی تلخی کا عکس دکھائی دیتا ہے — جو صرف ایک شخصی تجربہ نہیں بلکہ ایک ثقافتی المیہ کی نمائندگی بھی کرتا ہے۔

جون ایلیا کی نثر میں طنز ایک مستقل مزاج کی طرح موجود ہے، مگر یہ طنز سطحی نہیں، بلکہ علمی، تہذیبی اور فکری تنقید کا روپ اختیار کیے ہوئے ہے۔وہ جب معاشرت، سیاست، یا مذہب پر تنقید کرتے ہیں تو ان کی زبان میں ایک خاص تیکھا پن آ جاتا ہے، جو ان کے شعور کی تیز رفتاری کا پتہ دیتا ہے۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 02 (2025)

ان کی طنزیہ نثر میں کبھی کبھی نفی اور یاسیت کا رنگ غالب آتا ہے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ ایک خفیف سی امید بھی جھلکتی ہے— گویا وہ مایوسی کے اندھیرے میں بھی کسی ممکنہ روشنی کو تلاش کرنے کی کوشش کر رہے ہوں۔

ایک جملہ ملاحظہ ہو:

"ہم نے اپنی عقلوں کو خواب گاہوں میں قید کر دیا ہے اور اب قبروں میں اطمینان تلاش کرتے ہیں۔(26)

یہ جملہ محض طنز نہیں بلکہ فکری اضطراب، تہذیبی زوال اور معنوی جمود پر گہری چوٹ ہے۔ یہ اندازِ تحریر صرف جون کا خاصہ ہے، جہاں طنز اور درد، نفی اور امید، علم اور جذبہ— سب اکٹھے ہو کر ایک جاندار نثر کو جنم دیتے ہیں۔

جون ایلیا کی نثری خدمات محض چند انشائیوں یا جملوں تک محدود نہیں بلکہ اردو ادب میں فکری تنوع، اسلوبی تجربے، اور تہذیبی مکالمے کی ایک مکمل روایت کی تشکیل کا مظہر ہیں۔ ان کی نثر نہ صرف ادبی جمالیات کی نمائندہ ہے بلکہ علمی و فلسفیانہ گہرائی کی حامل بھی ہے۔ ان کی نثری خدمات کو مختلف جہات سے پرکھا جا سکتا ہے: رسائل میں تحریری شراکت، تراجم، مذہب و فلسفہ پر علمی کام، اور ان کے انتقال کے بعد ان کی نثر پر ہونے والا تنقیدی و تحقیقی کام۔

جون ایلیا کی نثر کا بڑا حصہ اردو کے معروف رسائل میں شائع ہوا، جن میں خاص طور پر انشا، عالمی ڈائجسٹ اور سسپنس ڈائجسٹ قابل ذکر ہیں۔ ان رسائل کے لیے انہوں نے مستقل مزاجی سے انشایئے، فکری مضامین، اور ادبی تحریریں لکھیں۔

انشائیہ میں ان کا تعلق ڈاکٹر رئیس امروہوی کے توسط سے قائم ہوا۔ اس رسالے میں شائع ہونے والے انشایئے علمی مباحث، تمدنی مسائل، اور فکری تجزیوں پر مبنی تھے۔ اس زمانے میں جون ایلیا نے فلسفے، معاشرت، اور شعور کے موضوعات پر نہایت گہرے انداز میں اظہار کیا۔

بعد ازاں، انہوں نے عالمی ڈائجسٹ اور بالخصوص سسپنس ڈائجسٹ کے لیے کئی یادگار انشایئے تحریر کیے۔ "فرنود" میں شامل بیشتر انشایئے انہی رسائل میں پہلی بار شائع ہوئے۔ یہ تحریریں نہ صرف اردو نثر کا قیمتی سرمایہ ہیں بلکہ اردو صحافت میں فکری مکالمے کے آغاز کی بھی علامت ہیں۔

اسی طرح مذہب پر ان کی تحریریں محض روایتی مذہبی سوچ کی ترجمانی نہیں کرتیں، بلکہ وہ مذہب کو ایک فکری و تہذیبی تناظر میں پرکھتے ہیں۔ وہ عقیدے اور تحقیق کے درمیان فرق کو ملحوظ رکھتے ہوئے ایک ایسا بیانیہ قائم کرتے ہیں جو قاری کو سوچنے پر مجبور کر دیتا ہے۔

جون ایلیا کی نثر کو ان کی زندگی میں وہ توجہ حاصل نہ ہو سکی جو ان کی شاعری کو ملی۔ مگر ان کے انتقال کے بعد ان کی نثری تحریروں پر تحقیقی و تنقیدی کام میں واضح اضافہ ہوا۔ خاص طور پر خالد احمد انصاری نے "فرنود" کو مرتب کر کے ان کی نثر کو ادبی حلقوں میں متعارف کرایا، اور بعد ازاں دیگر محققین نے بھی ان کے نثری اسلوب، فکری جہات، اور موضوعاتی وسعت پر کام کیا۔

ان کے بعد آنے والے کئی نوجوان ادیب اور کالم نگار ان کے طرزِ تحریر سے متاثر نظر آتے ہیں۔ اردو نثر میں داخلی مکالمہ، فکری تجزیہ، اور لسانی تجربہ اب ایک رجحان کی صورت اختیار کر چکا ہے— اور اس رجحان کی بنیاد بلاشبہ جون ایلیا کے نثری تجربے میں موجود ہے۔

جون ایلیا کی نثر کا سفر ایک ایسا فکری اور فنی تجربہ ہے جو تضاد، شدت، داخلیت، علم، طنز، اور زبان کے جمالیاتی شعور کا امتزاج پیش کرتا ہے۔ ان کی نثر کسی ایک خاص دبستان یا فکری مکتب کی نمائندہ نہیں بلکہ ایک ایسی انفرادی صدا ہے جو اردو نثر میں اپنی مثال آپ ہے۔ انہوں نے اپنے داخلی کرب، فکری انحراف، اور ادبی شعور کو اس انداز میں تحریر کیا کہ ان کی نثر نہ صرف معنی خیز بن گئی بلکہ ایک مکمل فکری مظہر کا درجہ اختیار کر گئی۔

ان کا نثری اسلوب اُن کی شخصیت سے اس درجہ مربوط ہے کہ ان کی تحریروں کو پڑھتے ہوئے قاری محض ایک ادبی متن سے نہیں بلکہ ایک زندہ ذہن سے مکالمہ کرتا محسوس کرتا ہے۔ وہ جملے نہیں لکھتے، وہ سوالات اٹھاتے ہیں؛ وہ نظریے پیش نہیں کرتے، وہ فکر پر ابہام کی چادر ہٹا کر اسے قاری کے سامنے عریاں کر دیتے ہیں۔ یہی اندازِ تحریر اردو نثر کو ایک نئی سطح تک لے جاتا ہے۔

جون کی نثر میں شعری جمالیات کی جھلک، فکری تہہ داری، اور لسانی تجربات ایسی خوبیوں کے طور پر نظر آتی ہیں جو اردو نثر میں کم کم دکھائی دیتی ہیں۔ ان کے نثری موضوعات کی وسعت— مذہب، فلسفہ، نفسیات، سیاست، اور تاریخ— بتاتی ہے کہ ان کا تخلیقی دائرہ کسی محدود بیانیے کا پابند نہیں، بلکہ وہ نثر کے ذریعے ایک ہمہ گیر فکری مکالمہ تشکیل دیتے ہیں۔

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 02 (2025)

ان کے ہاں تضاد محض ایک نفسیاتی کیفیت نہیں، بلکہ وہ فکری مکالمے کا حصہ ہے۔ وہ خود سوال کرتے ہیں، خود جواب دیتے ہیں، اور پھر خود انکار بھی کر دیتے ہیں۔ یہی فکری ضد، یہی داخلی انتشار، اور یہی متلون مزاجی ان کی نثر کو "متضاد مگر مربوط" بناتی ہے۔ ان کا یہی انداز نثر کو زندگی کی مانند بناتا ہے — کبھی سیدھی، کبھی الجھی ہوئی، کبھی روشن، کبھی تاریک۔

آج جب ہم اردو نثر کے ارتقائی سفر پر نگاہ ڈالتے ہیں تو ہمیں یہ ماننا پڑتا ہے کہ جون ایلیا کی نثر نے اس سفر کو ایک نئی سمت، اور نیا جمالیاتی افق عطا کیا ہے۔ وہ نثر کو ایک تخلیقی تجربہ، فکری جدوجہد، اور تہذیبی اظہاریہ کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ ان کی نثر ہمارے عہد کا آئینہ ہے، اور آنے والے ادوار کا فکری پیش خیمہ بھی۔

حوالہ جات:

1. جین، گیان چند۔ اردو ادب کی مختصر تاریخ۔ نئی دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، 1992۔
2. جون ایلیا، فرنود، مرتب: خالد احمد انصاری (کراچی: عالمی کتب خانہ، 1993)، ص 29۔
3. خالد احمد انصاری، "فرنود: مقدمہ"، فرنود از جون ایلیا (کراچی: عالمی کتب خانہ، 1993)، ص 9۔
4. امجد، رشید۔ اردو انشائیہ: روایت اور تنقید۔ اسلام آباد: اکادمی ادبیات پاکستان، 2005۔
5. جون ایلیا، فرنود، مرتب: خالد احمد انصاری (کراچی: عالمی کتب خانہ، 1993)، ص 29۔
6. ایلیا، فرنود، ص 451۔
7. ایلیا، فرنود، ص 109۔
8. ایلیا، فرنود، ص 89۔
9. ایلیا، فرنود، ص 102۔
10. ایلیا، فرنود، ص 156۔
11. ایلیا، فرنود، ص 131۔
12. ایلیا، فرنود، ص 156۔
13. ایلیا، فرنود، ص 515۔
14. ایلیا، فرنود، ص 198۔
15. ایلیا، فرنود، ص 211۔
16. ایلیا، فرنود، ص 135۔
17. ایلیا، فرنود، ص 541۔
18. ایلیا، فرنود، ص 442۔
19. ایلیا، فرنود، ص 210۔
20. ایلیا، فرنود، ص 135۔
21. ایلیا، فرنود، ص 541۔
22. ایلیا، فرنود، ص 442۔
23. صدیقی، ابواللیث۔ اردو نثر کا ارتقاء۔ لاہور: مجلس ترقی ادب، 1985۔ ص 104
24. ایلیا، فرنود، ص 421۔
25. آغا، وزیر۔ فکرِ جدید اور اردو نثر۔ لاہور: سنگ میل پبلیکیشنز، 2003۔ ص 79
26. ایلیا، فرنود، ص 124۔